بچوّں کی الف لیلا

نمبر ۱۲

جسے

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز پبلشرز لاہور

نے

سنہ ۱۹۲۷ء میں

اپنے مطبع کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور

میں باہتمام لالہ گوروندتا کپور مینجر طبع کیا

بچوں کی

الف لیلہ

نمبر ۱۲

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب و پبلشرز
انارکلی لاہور
سنہ ۱۹۲۷ء

کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام
لالہ گورانداتہ مل پرنٹر کے چھپی

بچوں کی الف لیلہ نمبر ۱۲

سند باد جہازی کے تین سفر

خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں سند باد نامی ایک مزدور بغداد کے شہر میں رہتا تھا۔ یہ آدمی بڑا غریب تھا اور سر پر بوجھ اٹھا کر دُور دُور لیجا کر بڑی محنت اور تکلیف سے اپنی روٹی کماتا تھا۔ ایک دن بہت سخت گرمی تھی۔ یہ بھاری بوجھ اٹھائے

لئے جاتا تھا - تھک کر پسینے پسینے
ہو گیا - اور گرمی اور بوجھ کے مارے
ہانپنے لگا + ایک سوداگر کی حویلی کے
پاس سے اس حالت میں نکلا تو یہ
دم لینے کو وہاں ٹھیرا - دیکھا کہ جگہ
خوب صاف ستھری ہے - چھڑکاؤ کیا
ہُوا ہے - خس کی خوشبُو آ رہی ہے
بڑی ٹھنڈی جگہ ہے + وہیں بوجھ
اُتار کر کمر سیدھی کرنے کھڑا ہو گیا
دل بہت خوش ہوا - تو بیٹھ گیا +
اندر سے باجوں کی سریلی آوازیں
آئیں - بانسری بج رہی تھی - لوگ
ہنس رہے تھے - کبھی کوئی گاتا اور
شعر پڑھتا سُنائی دیتا تھا + برآمدے
میں پنجرے لٹک رہے تھے جن میں
طرح طرح کے پرندے بُلبُل - مینا
طوطی - لال چہچہا رہے تھے + یہ ایسا

خوش ہوا کہ برآمدے میں آ کھڑا ہوا یہاں سے صحن کا باغ دکھائی دیا۔ نوکر چاکر پھرتے نظر آئے۔ پھولوں کی پتیوں اور طرح طرح کے عمدہ کھانوں کی خوشبو سے تمام جگہ مہک رہی تھی ۔

اِس کا دل رنجیدہ ہوا۔ خیال آیا کہ دیکھو ایک یہ لوگ ہیں اور ایک میں ہوں ۔ دھوپ میں بوجھ اُٹھائے پھرتا اور تمام دن مرتا کھپتا ہوں۔ ایک یہ ہیں کہ اِنہیں کوئی تکلیف ہی نہیں سارے دن ہنسنا اور کھیلنا خدا کی عجب شان ہے۔ کسی کو ہنساتا کِسی کو رُلاتا ہے۔ کوئی دِن بھر محنت کرتا ہے۔ کوئی آرام کرتا ہے۔ کِسی کو اِتنا دیا ہے کہ جانتا نہیں کہاں خرچ کرے۔ کسی کو

پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں جڑتی + مجھ کو تکلیف اِن کو ایسا آرام - یہ سب خدا کا کام ہے +

اِس کا جی اِن باتوں کو سوچ کر ایسا خراب ہوا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہاں سے چلے جانے کی ٹھانی + اندر سے ایک غلام نِکلا جو بڑے اچھے کپڑے پہنے تھا + اِس نے آ کر اِس مزدُور کا ہاتھ پکڑا اور کہا اندر چلو- ہمارے آقا بُلاتے ہیں - تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں + یہ بچارا ساتھ ہو لیا + یہ اپنا بوجھ وہیں چھوڑ اندر گیا - کیا دیکھتا ہے کہ بڑا خوبصورت سجا ہوا مکان کیا محل ہے - جس میں امیری اور ہر طرح کے آرام کا سامان ہے + بیٹھنے کے کمرے میں بڑے

بڑے امیر رئیس جمع ہیں - خوشیاں منائی جا رہی ہیں - جگہ جگہ گھر کے اندر باغ باغیچے ہیں - کہیں پھولوں کے گملے دھرے ہیں - کھلے پھولوں کی خوشبو سے تمام محل مہک اُٹھا ہے - عطروں کی خوشبوؤں کی لپٹیں کی لپٹیں آ رہی ہیں - کہیں میوے چُنے ہیں - یہاں شربت تیار ہو رہا ہے تو وہاں انگور - انار اور سیب نچُڑ رہے ہیں - گانے بجانے کی آوازیں چلی آتی ہیں - ہنسی مزاق ہو رہے ہیں - لطیفے چٹکلے چھڑ رہے ہیں غرض آرام اور عیش کی کوئی بات چھٹی نہیں ہے - بڑے ٹھسے سے ایک بوڑھا سا آدمی جس کی مونچھ ڈاڑھی میں سفید بال آ گئے ہیں - قالین پر گاؤ تکیے سے کمر لگائے بیٹھا ہے -

گھر کا مالک معلوم ہوتا ہے + اِس نے بیٹھک میں آکر بڑے ادب سے جھک کر پہلے تو اِس بوڑھے کو سلام کیا پھر جو وہاں بیٹھے تھے انہیں بندگی کی + گھر کے مالک نے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا - یہ نیچے کی طرف بیٹھ گیا + گھر کے مالک نے بُلا کر اپنے برابر بٹھایا یہ شرمایا - مگر اُس نے ایسی تسلّی اور محبّت سے باتیں کیں کہ مزدور بے چارہ خوش ہو کر سب رنج بھول گیا - اور اُس کی گھبراہٹ اور جھجک جاتی رہی + پھر کھانا منگوایا - کہہ کہہ کر کِھلوایا - ہاتھ منہ دھو کر بیٹھا تو مکان کے مالک نے کہا آپ کا کیا نام ہے اور کیا کام کرتے ہیں + یہ بولا - میرا نام سندباد ہے - محنت مزدُوری کیا کرتا ہوں +

مالکِ مکان یہ سُن کر پہلے تو مُسکرایا۔ پھر کہا۔ بڑی اچھی بات ہے محنت ہی سے انسان کچھ بن جاتا ہے۔ نہیں تو دنیا میں ٹھوکریں کھاتا ہے + پھر کہا میرا نام بھی سند باد ہے مگر اب سند باد جہازی مشہور ہو گیا ہے + ہم دونوں بھائی ہیں۔ آگے تم کسی بات کا فکر نہ کرو۔ یہیں رہو۔ جو میرا نام ہے سو تمہارا ہے +

مزدور بچارے نے سند باد جہازی کا بہت شکریہ ادا کیا اور زمین کو بوسہ دیکر اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور سینکڑوں دُعائیں دیں + مالکِ مکان نے کہا بھائی صاحب تم باہر بیٹھے میرے مکان کو دیکھ کر کچھ کچھ کہہ رہے تھے۔ میں دروازے کے پیچھے کھڑا ایک بات سُن رہا تھا۔

اور دیکھ رہا تھا - میں خوب سمجھتا ہوں
جو کچھ کہ تمہارے دل میں گزر رہا تھا۔
اس مزدور نے کہا - اوہو - آپ میری
باتیں سُن رہے تھے - بس ایسا تھکا
ہوا تھا کہ جو دل میں آیا - زور سے
کہہ اٹھا - آپ مجھے معاف کیجئے گا -
غریبی اور محنت پھر ایسی گرمی میں جب
کہ آدمی دھوپ میں پسینے پسینے ہو
سوائے ایسی بے وقوفی کی باتوں کے
وہ اور کیا کر سکتا ہے - مجھے امید
ہے کہ آپ اُن باتوں کا بُرا نہ مانیں گے
سند باد جہازی نے کہا - میں تمہاری
باتیں اچھی طرح سمجھتا ہوں - ایسی
حالت میں سے خود جو نکل چکا ہوں
میں بُرا کاہے کو ماننے لگا - میں تو
انہیں سُن کر خوش ہوا ہوں - جب ہی
تو تمہیں اندر بُلایا ہے - میں یہ چاہتا

ہوں کہ آئندہ تم رنجیدہ نہ رہو بلکہ ہنسی خوشی سے باقی دن نکالو۔ جو باتیں میں آپ بیتی تم کو سناؤں گا اُس سے تمہاری ایسی تسلّی ہوگی کہ تم ہمیشہ اپنی حالت میں خوش رہوگے۔ غریبی تمہیں امیری سے بہتر معلوم دیگی اور محنت میں تم کو ایسا مزہ آئیگا۔ جو آج تک نہیں آیا ہوگا ✦

اب میں تم کو سب حال سُناتا ہوں کہ کیونکر میں اتنا امیر ہوا۔ اور اِس آرام کو پہنچا جس میں تم مجھے زندگی گزارتے دیکھتے اور اپنی حالت پر افسوس کرتے ہو ✦ بھائی جان انسان جان پر کھیل کر کچھ پاتا ہے۔ یونہی اتنا روپیہ پیسہ عیش و آرام ہاتھ نہیں آتا ہے۔ ہاں مصیبت کے بعد ہی آرام ہے۔ تکلیف کے بعد چین ہے۔ جتنے لوگ آپ کے

خیال میں آج مفت میں مزے اُڑاتے نظر آتے ہیں اُن سے جا کر پُوچھو۔ وہ رنج اور مایوسی ۔ نقصان اور تکلیفوں کی کیسی ڈراؤنی کہانیاں آپ کو سُناتے ہیں + اپنی جان جب تک موت کے منہ میں نہ ڈالی جائے ۔ آرام کا مُنہ نظر نہیں آتا + تمہاری طرح میں بھی سو سو طرح کی محنتیں اور مصیبتیں جھیل چُکا ہُوں ۔ تب کہیں برسوں میں جا کر بڑھاپے میں آج آرام سے بیٹھا ہُوں + تمہارے دن بھی اچھے آنے والے تھے سو آج خدا کی مہربانی سے آ گئے ہیں اور اِس کے بعد تم کو ہماری طرح عیش آرام مِلنا لِکھا ہے + اب میری برسوں کی مصیبت اور تکلیف کا خوفناک حال دل لگا کر سنو ۔ اور سوچو کہ تم اچھے رہے

کہ میں *
مزدور نے کہا - فرمائیے :-

سند باد جہازی کا پہلا سفر

سند باد جہازی نے کہا - صاحبو میرا باپ سوداگر تھا - اور سوداگر بھی ایسا کہ اُس کی برابری اور کوئی نہ کر سکتا تھا- روپیہ پیسہ مال اسباب اِتنا تھا کہ گِنا نہ جاتا تھا + میں چھوٹا ہی تھا کہ وُہ مر گئے - اور سب روپیہ مال - مکان حویلی اور زمین میرے لئے چھوڑ گئے- میں نے ہوش سنبھالا - اور بڑا ہوُا تو تو دونوں ہاتھوں سے لُٹانا شروع کیا + دنوں میں یار دوستوں کو سب کچھ کِھلا چٹا دیا + جب سب کچھ ختم ہو ہوا

گیا تو میرے ہوش ٹھکانے ہوئے + حضرت سلیمان کی تین باتیں رات دن دل میں پھرتی رہتی تھیں - اُنہیں پڑھتا اور روتا کہ موت کا دن پیدا ہونے کے دن سے اچھّا ہے - اور مرے ہوئے شیر سے جیتا کُتّا بہتر ہے اور محل سے قبر اچھا گھر ہے + آخر جی کو سنبھالا اور تھوڑا بہت جو رہ گیا تھا اُسے جمع کیا - اور تین ہزار روپیہ لے کر سفر پر نکلنے کی سوجی + سوداگری کا مال اِس روپے سے خرید کر ایک جہاز میں سوار ہوُا - اُس میں اور بہت سے سوداگر جا رہے تھے + کئی دن سمندر کا سفر کرتا رہا + ہم ایک جزیرے سے دوسرے میں اور ایک سمندر سے دوسرے میں گئے - ملک ملک پھرے اور خوب خرید و فروخت کی + آخر

ایک جزیرے میں اُترے جو بہشت کی
طرح خوشنما تھا۔ بہت کچھ کما دھما لیا تھا
اِس لئے سب بڑے خوش تھے۔ اور
کھاتے اور پیتے اور خوشیاں مناتے اِس
جزیرے کی سَیر کرتے تھے۔ ایک چھاؤں
کی جگہ میں کھانا پکانے کا انتظام ہُوا۔
کوئی نہاتا تو کوئی اِدھر اُدھر سَیر کو جاتا
تھا۔ میں اُن لوگوں میں تھا جو جزیرے
کے کنارے کھڑے ہو کر سمندر کی
بہار دیکھتے تھے۔ کہیں لوگ کھڑے
کھا پی رہے تھے۔ کہیں کھیل کُود ہو
رہے تھے۔ غرض سب بڑے خوش
خوش پھرتے تھے۔ اتنے میں ہمارے
جہاز کا کپتان دَوڑا ہُوا آیا اور جہاز
پر کھڑے ہو کر پکارا۔ لوگو دوڑو۔ سب
کچھ چھوڑدو۔ جلدی جہاز میں آ جاؤ۔
اور چلو۔ جان بچانی ہے تو آ جاؤ۔

نہیں تو بہت پچتاؤ گے + یہ کوئی جزیرہ
نہیں ہے - جس پر تم ہو - یہ تو ایک
بڑی سمندر کی مچھلی ہے جو اس جگہ
ٹھیر گئی ہے + اس کے چاروں طرف
گہرا سمندر ہے - ریت کیچڑ چاروں
طرف جمع ہو گئی ہے - اس دھوکے میں
پرندے زمین سمجھ کر آ بیٹھے ہیں اور
اُن کی بیٹوں میں جو بیج اور گٹھلیاں
تھیں اُن سے یہ تمام درخت اس پر
اُگ کھڑے ہوئے ہیں - بھاگو - بھاگو
تمہارے آگ جلانے سے یہ مچھلی گرمی
سے گھبرا کر بھاگنے کو ہے - دیر لگاؤ گے
تو تم سب کو لیکر یہ سمندر کی تہ میں
بیٹھ جائے گی اور سب ڈوب جاؤ گے +
سب کچھ چھوڑو اور جان بچا کر بھاگو +
یہ سُن کر سب کانپ گئے اور مال
اسباب پڑا چھوڑ جہاز کی طرف دَوڑے +

ایسی گھبراہٹ اور بھاگڑ مچی کہ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ بہت سے پاؤں میں آکر کچل گئے۔ کچھ جہاز میں آ گئے۔ بہت سے رہ گئے۔ وہ جزیرہ سُرکنا شروع ہوا پھر بھاگنے لگا۔ پھر ایک دم سے سمندر میں بیٹھ گیا۔ سمندر کا پانی بڑی بڑی لہروں میں چاروں طرف سے گھر آیا اور سب کو ڈبایا۔ میں بھی ان ہی آدمیوں میں تھا جو سمندر میں گر پڑے تھے۔ میں بھی سب کے ساتھ ڈوبا مگر بڑی خیر ہوئی کہ ایک لکڑی کا پیپا بہتا میرے ہاتھ آ گیا۔ میں اکیلا اُس پر چڑھ بیٹھا۔ میں تو بچ گیا پر باقی سب لوگ ڈوب ڈاب گئے۔ میں دونوں پاؤں سے چپّوؤں کا کام لیتا کچھ دیر تیرتا رہا۔ مگر لہریں کبھی دائیں کبھی بائیں مجھے اُٹھا

اُٹھا کر پھینکتی رہیں۔ زندگی کے کچھ
دِن باقی تھے کہ اِس پر بھی نہ ڈوبا +
پیپے میں جما بیٹھا رہا + جہاز والے سب
کو چھوڑ سیدھے بھاگ گئے تھے۔ میں
نے بہت ہاتھ ہلائے پر کسی نے مجھے
نہ دیکھا۔ آخر جہاز بھی نظر سے چھُپ
گیا۔ میں جان گیا کہ اب بچنا مُشکل
ہے + رات آ گئی تھی۔ اور مَیں اُسی
طرح بہتا پھرتا تھا + ایک دن اور
ایک رات مَیں اِسی طرح ہاتھ پاؤں
مارتا رہا کہ ایک جزیرے کے کنارے
میرا پیپا ٹھیرا + درختوں کی ٹہنیاں پانی
پر لٹکتی تھیں + میں نے اُنہیں پکڑ
لیا اور اُن کے سہارے سے کنارے
پر آ کر کھڑا ہُوا۔ مَیں نے دیکھا۔ کہ
میری ٹانگیں سُن ہو گئی ہیں اور مچھلیوں
نے جگہ جگہ سے گوشت اُڑا لیا ہے +

میں تھک کر وہیں گر گیا اور بے خبر اگلے روز تک پڑا رہا۔ سورج نکلے اُٹھا۔ دیکھا کہ پاؤں سوج گئے ہیں۔ میں سرکتا گھسٹتا گھٹنیوں چلتا جزیرے کے اندر کی طرف چلا۔ دیکھا کہ پھلوں کے جنگل کے جنگل کھڑے ہیں اور میٹھے پانی کے چشمے بہ رہے ہیں۔ میں نے پھل کھائے۔ پانی پیا اور کئی دن رات اِس طرح نکال دیئے۔ پھر میرے بدن میں ذرا جان آ گئی۔ اور میں چلنے پھرنے لگا جزیرے کی سیر کرتا اور خدا کی کاریگریوں کا تماشا دیکھتا رہا۔ ایک درخت کی ٹہنی توڑ کر میں نے اپنے لئے لٹھ بنایا۔ کہ اُس کے سہارے چلوں۔ اور اگر کوئی جنگلی جانور یا آدمی ملے تو اُس سے لڑوں۔ اور مارا نہ جاؤں۔

ایک دن چلتے چلتے میں ایک جگہ

پہنچا جہاں سے مجھے کوئی چیز دُور کھڑی
دکھائی دی - میں سمجھا ضرور کوئی جنگلی
یا دریائی جانور ہے + میں اُس طرف کو
چلا + کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی خوبصورت
گھوڑی پانی میں سمندر کے کنارے بندھی
ہے + میں اُس کے پاس گیا - وہ مجھے
دیکھ کر ایسے زور سے ہنہنائی کہ میں
ڈر گیا + وہاں سے بھاگنا چاہا تو ایک
آدمی نے زمین کے نیچے سے نکل کر
میرا پیچھا کیا اور مجھے آ پکڑا - اور پوچھا
تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو + مَیں
نے سب حال اُسے بتایا اور کہا کہ
مَیں ایک مصیبت کا مارا پردیسی آدمی
ہُوں - تم میری مدد کرو + وہ میرا ہاتھ
پکڑ کر مجھے لے چلا - زمین کے نیچے گھر
بنے ہوئے تھے وہاں لا بٹھایا - کھانا
کھلایا + اُس آدمی نے کہا - کچھ دِن

بعد ہم تم کو اپنے بادشاہ سے ملائینگے
اور اِس جزیرے کی سَیر کرائینگے + میں
نے کہا - مجھے کِسی طرح میرے ملک
میں پہنچوا دو تو میں آپ کا بڑا شکر گزار
ہوں گا - اُس نے کہا - یہ کونسی بڑی
بات ہے - پر کچھ دن ہمارے ہاں
رہو + اِتنے میں اور بہت سے آدمی
آ گئے اور اُنہوں نے مجھے ایک گھوڑی
پر سوار کیا اور اِس جزیرے کے بادشاہ
سے مجھے مِلانے لے چلے +

یہاں کے بادشاہ کا نام مہراج تھا +
کئی دن کے سفر کے بعد ہم اُس شہر میں
پہنچے جہاں بادشاہ رہتا تھا + اِن لوگوں
نے میرا سب حال بادشاہ سے کہا -
اُس نے مجھے بُلایا + میں گیا اور سلام
کیا - اُس نے سلام کا جواب دیا - اور
بڑی مہربانی سے پیش آیا + میرا تمام حال

پوچھا - وہ سُن کر بڑا حیران ہوا - اور کہا
خدا نے آپ کو بڑی بڑی مشکلوں سے
بچایا + پھر مجھے بُلا کر پاس بٹھایا اور
خوب باتیں کیں + چلتے وقت کہا ہم نے
آپ کو اپنے ملک کی بندرگاہ کا حاکم
مقرّر کر دیا ہے جو جہاز ہمارے ملک
کے کنارے آئے - آپ اُن لوگوں کے
نام جو اِس میں سوار ہوں ایک کتاب
میں لکھیں اور تمام مال جو وہ لاتے ہیں
اُن کی فہرست تیار کر کے سارے کاغذات
ہمارے سامنے پیش کیا کریں تاکہ مناسب
حکم ہمارے حضور سے دیا جائے + میں
نے پھر جھک کر سلام کیا اور زمین کو
بوسہ دیا اور کہا - جس طرح حضور نے
فرمایا ہے میں ویسا ہی کر کے حضور کو
خوش کروں گا + بادشاہ نے مجھے خلعت
پہنایا - اور ملک میں میری عزّت ہونے

لگی۔ بہت عرصے تک میں بادشاہ اور
اُس کے لوگوں کی خدمت کرتا رہا۔
میں ہمیشہ سوداگروں اور ملّاحوں اور
اِس ملک کے آنے جانے والوں سے
بغداد کی بابت پوچھتا رہتا تھا کہ وہ
یہاں سے کِدھر کو اور کتنی دُور ہے۔
لیکن کوئی بتا نہ سکتا تھا۔ بلکہ کسی نے
بغداد کا نام بھی نہ سُنا تھا۔ میں بڑا
حیران رہتا کہ اب کیا کروں۔ اپنے
ملک کو کیسے جاؤں۔ ایک روز میں
بادشاہ کے حضور گیا تو دیکھا کہ ہندوستانی
سوداگر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے اُنہیں
سلام کیا اور اُن کے ملک کا حال پوچھا۔
معلوم ہؤا کہ وہاں کئی ذاتیں ہیں۔ برہمن
سب سے اونچی ذات ہے۔ جو چیونٹی
تک کا مارنا پاپ سمجھتے ہیں۔ چھتری
لڑنے والے بہادر ہیں۔ دیش سوداگری

اور پیشہ وری کرتے ہیں اور شودر سب کی خدمت کرنے کو کمین ذات ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ اِن چاروں ذاتوں میں بھی ستّر ستّر بہتّر بہتّر ذاتیں ہیں۔ یہ سُن کر میں بہت حیران ہوا + مہراج بادشاہ کے ملک کی میں نے خوب سیر کی۔ ایک جزیرے کے رہنے والے ایسے دیکھے جنہیں گانے بجانے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ رات دن ڈھول سارنگی بجاتے اور گاتے ناچتے رہتے ہیں + ایک جزیرے میں مجھے بتایا گیا کہ کانڑا دجّال رہتا ہے + یہاں کے سمندروں کی مچھلیاں دیکھیں دو دو سو فٹ لمبی + مچھلی والے اِن سے بہت ڈرتے تھے + ایک مچھلی دیکھی جس کی اُلّو کی سی شکل تھی۔ غرض ہزاروں عجیب عجیب چیزیں مجھے وہاں نظر آئیں + اِسی طرح میں

مہینوں اِس ملک کو دیکھتا رہا +
ایک دن میں سمندر کے کنارے کھڑا
تھا - نوکر چاکر ساتھ تھے کہ ایک بڑا جہاز
آیا - اِس جزیرے کے کنارے ٹھیرا +
جہاز والے کنارے پر مال اُتار اُتار
کر لانے لگے + میں مال کی فہرست لکھتا
جاتا تھا + آخر میں مَیں نے جہاز کے
کپتان سے پُوچھا اور کچھ تو نہیں رہ گیا
اُس نے کہا جی نہیں صرف ایک سوداگر
کا مال رہ گیا ہے جو کبھی کا ڈوب کر
مر گیا ہے - اُس کا سامان میرے
پاس ہے - اب اِرادہ ہے کہ اُس
مال کو بیچکر روپیہ اُس آدمی کے رشتے
داروں کو دے دیا جائے جو بغداد
میں رہتے ہیں + میں نے پُوچھا اُس
سوداگر کا جو مر گیا ہے کیا نام تھا -
اُس نے کہا - سند باد جہازی + میں نے

اِس آدمی کو غور سے دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ وہی میرے جہاز کا کپتان ہے۔ جو ہمیں ڈوبتا چھوڑ گیا تھا۔ میں خوشی کے مارے اُچھل پڑا اور کہا۔ وہ سند باد جہازی میں ہی تو ہوں۔ اور جس مال کا تم ذکر کرتے ہو۔ وہ میرا ہی مال ہے۔ پھر اپنے بچنے کا سب حال اُس سے کہا۔ کپتان نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سند باد جہازی تو ہماری آنکھوں کے سامنے مچھلی کے ساتھ سمندر میں ڈوب گیا تھا۔ یہ سب کہانی مجھ سے سُن کر آپ نے مال چھین لینے کو بنائی ہے۔ پھر میں نے اپنا سارا حال شروع سے آخر تک سُنایا اور کپتان کا نام اور اُن سوداگروں کا حال بتایا جو میرے ساتھ تھے۔ بغداد سے چل کر اب تک کا

حال سُن کر اُسے کچھ کچھ میری بات
کا یقین آیا ۔ وہ بھی مجھے پہچان گیا ۔
اور بہت خوش ہوا + سب نے مجھے
گھیر لیا اور خوب مبارک بادیاں دیں +
وہ بولے ہم تو سمجھے تھے کہ آپ
مر گئے ہیں پر خدا کا شکر ہے کہ اُس
نے دوسری زندگی آپ کو دی ۔ اور
یہاں آ کر آپ نے ایسی عزّت پائی +
کپتان نے تمام مال میرا مجھے لا دیا ۔
اُس پر میرا نام لکھا تھا + میں مال
لیکر بہت خوش ہوا ۔ کھول کر عمُدہ
عمُدہ چیزیں نکالیں اور بادشاہ کے
پاس پہنچا ۔ نذر دی + بادشاہ نے میرا
تمام حال سُنا اور بہت ہنسا ۔ میری نذر
لیکر مجھے بہت سا انعام دیا ۔ اور میری
اَور بھی عزت کرنے لگا +

میں نے اپنے مال سے وہاں خُوب

تجارت کی اور بہت روپیہ کمایا + اِس روپے سے میں نے اُس جزیرے کا بہت سا عمدہ مال خریدا + جب بغدادی سوداگر چلنے لگے تو میں نے بھی اپنا مال جہاز میں رکھوایا اور بادشاہ کے پاس آیا اُس کی مہربانیوں کا شکریہ بجا لایا اور اپنے وطن کو جانے کی اجازت چاہی + بادشاہ نے کہا - تمہارے رشتے دار تمہیں دیکھنے کو ترستے ہونگے اِس لئے ہم تم کو جانے دیتے ہیں - نہیں تو ہم تم سے ایسے خوش ہیں کہ تمہاری ایک دم کی جُدائی بھی ہمیں منظور نہیں + پھر بادشاہ نے مجھے بہت سی چیزیں انعام دیں اور رُخصت کیا + میں جہاز میں سوار ہوُا - اور خیر و عافیت سے بصرے پہنچا + میرے دوست اور رشتے دار میرے واپس آنے پر بہت خوش ہوئے + پہلے سے بھی زیادہ میرا

کام اچھا چلنے لگا۔ سب کچھ بن گیا
مکان زمین نوکر چاکر پہلے کی طرح میرے
پاس ہو گئے۔ اور میں نے پھر خوب مزے
اڑانے شروع کئے اور تمام مصیبتیں
بھول گیا +

سند باد نے مزدور سے کہا۔ اب کل
آؤ گے تو تمہیں اپنے دوسرے سفر کا
حال بتاؤں گا + یہ کہکر اُس نے کھانا
لانے کا حکم دیا۔ سند باد مزدور کو
کھلوایا اور پانسو اشرفی دے کر رخصت
کیا + مزدور خوش خوش اپنے گھر کو
لوٹا اور تمام وقت سند باد جہازی کی
کہانی کی بابت سوچتا رہا + رات آرام
سے گھر میں کاٹی۔ صبح ہوتے ہی پھر
سند باد جہازی کے ہاں پہنچا۔ اُس نے
بڑی محبت سے اندر بلایا اور کھانا کھانے
کے بعد دُوسرے سفر کا حال اِس طرح

بیان کیا +

سند باد جہازی کا دُوسرا سفر

میں بہت دن تک بڑے آرام سے زندگی بسر کرتا رہا کہ بیٹھے بٹھائے ایک دن پھر مجھے سفر پر نکلنے اور دُور دُور کے ملکوں کی سَیر کرنے کا شوق اٹھا + بہت سا روپیہ جمع کر سوداگری کا مال خریدا۔ میں سمندر کے کنارے پہنچا اور ایک بڑے عمدہ جہاز میں سوار ہو گیا + جہاز میں اور بہت سے سوداگر بیٹھے تھے + میں بھی اُن کے ساتھ چل دیا + سفر بڑے مزے کا رہا۔ اور ہم ایک سمندر سے دُوسرے سمندر۔ ایک مُلک سے دُوسرے مُلک۔

ایک جزیرے سے دُوسرے جزیرے پہنچے
جہاں ٹھیرتے سوداگر اور امیر آدمی آ
کر ہمارا مال لے جاتے ۔ ہم بھی
اُن ملکوں کا مال خریدتے ۔ غرض خوب
لین دین ۔ خرید و فروخت کرتے ہوئے
اور خوب نفع کماتے ہوئے چلے جا رہے
تھے کہ ایک دن ایک بڑے خوشنما
اور خوب صورت جزیرے میں پہنچے ۔
یہاں بے شمار پھولوں کے درخت تھے
پھولوں کی مہک سے دل کھلے جاتے
تھے ۔ پرندے ڈالیوں میں چہچہاتے اور
دریا موجیں مارتے چلے جاتے تھے ۔ اِس
پر بھی عجیب بات یہ تھی کہ آدمی کوئی
نظر نہ آتا تھا ۔ اِس جزیرے کے پاس
ہمارے جہاز کے کپتان نے لنگر ڈالا ۔
اور تمام سوداگر اور جہاز کے مسافر
اُتر پڑے ۔ اور یہاں کی سیر دیکھنے

لگے + مَیں بھی سب کے ساتھ اُترا۔ اَور درختوں میں جا کر ایک ندی کے کنارے بیٹھ گیا + کھانا کھایا۔ ندی کا صاف اور میٹھا پانی پیا + ہوا کے جھونکے لگے تو مجھے نیند آ گئی۔ سو کر اُٹھا تو دیکھتا ہوں کہ نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد + سب جو جہاز میں سوار تھے چل دیئے ہیں۔ کسی کا پتہ نشان تک نظر نہیں آتا +

اب تو میں بہت گھبرایا۔ دائیں بائیں دیکھا کِسی کو نہ پایا۔ اِدھر گیا۔ اُدھر گیا پھر اپنے سوا کوئی نہ مِلا۔ ڈر گیا کہ اب کیا ہوگا۔ سخت رنج ہوا کہ سویا تو سب کچھ کھویا + تھکاوٹ اور رنج سے بُرا حال ہو گیا۔ پاس کھانے پینے تک کو نہیں۔ دل میں سوچا بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی

ایک نہ ایک دن چھری پھیری ہی جائیگی
پچھلی دفعہ اتفاق سے بچ گیا تھا ابکے
ضرور مارا جاؤں گا۔ جبکے تو ایک آدمی
بچانے آ گیا تھا ابکے زندگی کا ٹھیکر
پھوٹ کر رہیگا۔ یہ سوچ کر میں
خوب رویا۔ اور اپنے آپ کو خوب کوسا
کہ میں کیوں آرام کو چھوڑ جان بوجھ
کر پھر سمندر کے سفر کی مصیبت میں
آ پھنسا۔

یہاں سے اٹھ کر میں ایک پہاڑ
پر چڑھا کہ شاید آدمی رہتے سہتے دکھائی
دے جائیں تو اُن سے مدد چاہوں
سردی گرمی۔ شیر بھیڑیوں کے خطرے
سے بچوں۔ یہاں سے چاروں طرف
مجھے پیڑ ہی پیڑ۔ جنگل ہی جنگل نظر
آئے۔ یا چاروں طرف گہرا سمندر موجیں
مارتا دکھائی دیا۔ ریت۔ پرندوں اور نیلے

آسمان کے سوا مجھے کچھ دکھائی ہی نہ دیتا
تھا۔ تھوڑی دیر تک آنکھیں پھاڑ پھاڑ
کر جو دیکھا تو دُور ایک بڑی سی سفید
گول چیز جزیرے پر پڑی نظر آئی۔
مَیں حیران ہوا کہ یہ کیا ہے۔ پہاڑ سے
اُتر سیدھا اُس کی طرف چل دیا۔ پاس
آکر دیکھا تو ایک گول بُرج سا ہے۔
مگر بہت اونچا اور بڑے گھیرے میں
پھیلا ہوا۔ چاروں طرف پھرا۔ کوئی دروازہ
اس میں نہ تھا۔ وُہ بُرج ایسا چکنا اور
مَیں اِتنا تھکا ہوا تھا کہ اُوپر چڑھنا
میرے لئے مُشکل تھا۔ دو ہاتھ چڑھتا
اور پھسل کر نیچے آ گِرتا تھا۔ جہاں
میں کھڑا تھا۔ میں نے اُس جگہ زمین
پر چرخی کا نشان بنایا اور اُس بُرج
کے چوگِرد پھرا تو پورے پچاس قدم
کی گولائی اُس بُرج کی پائی۔ دیر تک

کھڑا سوچتا رہا کہ اِس میں دروازہ کھڑکی کچھ ہوتی تو اِسی کے اندر دبک کر بیٹھ رہتا مگر نہیں وہ چیز بالکل گول تھی اور اُس میں اندر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا +

شام ہونے آئی ۔ سُورج ڈوبنے کو ہوُا تو ایک دم سے اندھیرا چھا گیا اور سُورج بادل میں چھُپ گیا + اوپر آنکھ جو کی تو کیا دیکھتا ہُوں کہ سُورج کے سامنے بادل تو کوئی نہیں ایک بڑا بھاری پرندہ اُڑتا ہوا آ رہا ہے ۔ جس کے پروں میں سورج چھُپ گیا ہے + میں اِس بڑے پرندے کو دیکھ کر اَور بھی حیران ہوُا + مجھے وہ کہانی یاد آئی جو ملکوں کے سفر کرنے والے اکثر کہا کرتے تھے اور جسے میں بالکل جھوٹی گپ سمجھتا تھا ۔ کہ ایک پرندہ ہوتا ہے جسے رُخ کہتے

ہیں - وُہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اپنے بچّوں
کو چوگے میں باجرے کے دانوں کی جگہ
ہاتھی دیتا ہے + مَیں اُسی وقت سمجھ گیا
کہ یہ بُرج کوئی نہیں ضرور اِس پرندے
کا انڈا ہے + اتنے میں وہ پرندہ آ کر
اُس بُرج پر بیٹھ گیا - اور اپنے پروں
سے اُسے سینے لگا - اَور زمین پر پیچھے
کو پاؤں پھیلا کر سو گیا + میں نے سر سے
پگڑی اُتاری اور مروڑ کر رسّی سی بنالی +
ایک سرا خوب کس کر اپنی کمر میں اور
دُوسرا اُس پرندے رُخ کی ٹانگ میں
مضبوطی سے باندھ دیا +

میں نے یہ بات اِس خیال سے کی
کہ صبح کو ضرور یہ پرندہ اپنے کھانے
کے لئے انڈے پر سے اُٹھ کر ہاتھیوں
کا شکار کرنے جائیگا اور شاید وہ ایسا
ملک ہو جہاں آدمی رہتے ہوں - تو جب

یہ اُڑے گا۔ میں بھی اِس کے ساتھ
چلا جاؤں گا۔ میں پگڑی کھول کر وہیں
رہ جاؤں گا۔ یہ اُڑ آئے گا۔ اِس جزیرے
میں رہے تو بھی مرنا ہے۔ اُڑنے میں
اگر پڑے تو بھی مرنا ہے۔ سو آباد ملک
میں جانے کی کوشش میں مرنا یہاں
بے موت مرنے سے اچھا ہے۔ رات
بھر مجھے نیند نہ آئی۔ جاگتے ہی جاگتے
ساری رات بتائی۔ صبح ہوئی تو پرندہ
انڈے پر سے اُٹھا اور مجھے ساتھ لیکر
چیخیں مارتا ہوا اُڑا۔ تو میرا دل بہت
گھبرایا۔ مگر میں چپ رہا۔ وہ پرندہ
آسمان کا تارا ہو گیا اور کئی گھنٹے بعد
ایک پہاڑ پر آکر اُترا۔ زمین پر پہنچتے
ہی میں نے جلدی سے اپنی پگڑی اُس
رُخ کے پاؤں میں سے کھول دی اور
چپکا اپنی جگہ تھوڑی دیر پڑا رہا۔ اور

بالکل نہ ہلا جُلا + وہ پرندہ کچھ چیز اپنی
چونچ میں دبا کر اُڑا اور میں نے آنکھ
اُٹھا کر جو دیکھا تو اُس کی چونچ میں
ایک بڑا موٹا اژدہا سانپ تھا + میں
تھوڑی دیر تک یہاں اِدھر اُدھر پھرتا
رہا + ہر طرف اونچے اونچے پہاڑ اور
گہری گھاٹیاں ہی نظر آئیں۔ میں
بہت پچھتایا کہ پہلے سے بھی بُری جگہ
آ پھنسے۔ وہاں تو پھل اور ٹھنڈا پانی
بُہت تھا پر یہاں صفایا ہے + جو مصیبت
مجھ پر آتی ہے پہلی سے بڑھ چڑھ
کر + ہمت باندھ کر آخر یہاں سے اُٹھا
ایک وادی میں اُترا۔ کیا دیکھتا ہوں
کہ تمام گھاٹی ہیرے کی ہے۔ جو ایسے
سخت ہیں کہ اُکھاڑنا مُشکل ہے + بڑے
بڑے سانپ یہاں ہر طرف پھُنکارے
مارتے پھرتے تھے۔ مُنہ اتنا کھولتے

تھے کہ ہاتھی کو نگل جائیں + میں سمجھ گیا کہ انہیں کے منہ میں جانے کو یہاں آیا ہوں + مگر بڑے شکر کی بات یہ تھی کہ یہ سانپ رات کو نکلتے تھے - دن کو غاروں میں جا چھپتے تھے + شاید رُخوں کے ڈر کے مارے دن کو باہر نہ نکلتے تھے + رات ہونے آئی تو سانپوں کا ڈر جی میں بیٹھا اُن سے بچنے کو ایک تنگ غار میں گھُس گیا اور آگے پتھر کی سل کھڑی کر لی + اندر جو دیکھا تو پرلے کونے میں ایک اژدہا اپنے انڈے سہتا تھا + یہ دیکھ کر میری جان ہی نکل گئی - کہ اب اگر باہر جاتا ہوں تو بھی یہ نہ چھوڑیگا - مگر وہ سانپ رات کو بھی انڈوں پر سے نہ اُٹھا - صبح کی ہلکی ہلکی روشنی ہوئی تو میں جلدی سے پتھر دھکیل باہر کو جان بچا کر غار

سے بھاگا + رات بھوکا پیاسا جاگتے
اور ڈر کے مارے مر مر کے کٹی تھی۔
اِس لئے باہر تو آیا مگر طبیعت بہت
خراب ہو گئی تھی +
میں ہیرے کی چٹانوں پر سے ہوتا
ہوا جلدی جلدی جا رہا تھا کہ دھڑاک
سے ایک مرا ہوا جانور میرے آگے آ
کر گرا - میں ڈر کے مارے پیچھے بھاگا
وہ جہاں پڑا تھا وہیں پڑا رہا - میں
نے دل میں کہا سانپ ہوتا تو پیچھا
کرتا یہ لال کیا ہے - دیکھا تو ایک
بڑا سا پہاڑی بکرا ہے مگر اُس کی کھال
اُتاری ہوئی ہے + پیر سے بکرے کی
لاش کو ہلایا تو دیکھا کہ بہت سے ہیرے
کے ٹکڑے اُس کے بدن پر چپک گئے
ہیں - مجھے وہ کہانی یاد آئی جو میں نے
بہت دفعہ سُنی تھی کہ جس پہاڑ میں

ہیرے ہوتے ہیں وہاں بڑی بڑی
بلائیں رہتی ہیں۔ جو سوداگر ہیرے جمع
کرتے ہیں وہ کسی اونچی جگہ چڑھ کر
کھال اُتارا ہوا جانور پھینک دیتے ہیں
ہیرے بدن کی سیل سے زمین سے اُکھڑ
کر اُس کے جسم سے چمٹ جاتے ہیں
سوداگر پھر اُس جانور کو گھسیٹ لیتے
ہیں اور اِس ترکیب سے ہیرے لے
آتے ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا
تو بکرے کی ٹانگ میں رسّی بھی بندھی
ہوئی تھی پر آدمی کوئی نظر نہ آتا تھا۔
بکرے کے خون کی سیل سے جتنے ہیرے
اُکھڑ آئے تھے اور وہ جو اُس کے بدن میں
لگے ہوئے تھے میں نے سب جھولی
میں ڈال لئے اور رسّی پکڑتا ہوا پہاڑ
کے اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی تھوڑی
دُور پر مجھے بکرے پڑے ملے۔ جن

کے پتھر اُتار کر مَیں نے اپنی جیب
پگڑی اور کپڑوں میں خوب بھر لیے۔
اور سمجھا کہ پہاڑ کی دُوسری طرف ضرور
سوداگر بیٹھے ہونگے۔ انہیں ہیرے دیکر
مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر راضی
کر لوں گا۔ میں پہاڑ کی دُوسری طرف
پہنچا تو بہت سے سوداگروں کو بیٹھے
پایا۔ وہ مجھے دیکھ کر کانپ گئے۔
شاید بھوت سمجھے۔ میں نے اُنہیں
سلام کیا اور کہا ڈرو نہیں میں بھی
تمہاری طرح اِنسان ہُوں کوئی جِن بھوت
نہیں۔ یہ سُن کر اُن کی جان میں جان
آئی اور اُنہوں نے مجھے گھیر لیا۔ میں
نے اُنہیں مٹھی بھر بھر کر ہیرے دینے
شروع کئے۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔
مجھے کھانا کھلایا۔ پانی پلایا۔ پھل مٹھائیاں
آگے رکھیں۔ پھر سب حال پُوچھا۔ میں

نے اپنے یہاں آنے کا حال بتایا +
سب سُن کر حیران ہوئے اور میں
بھی اُن سے مل کر بہت خوش ہوا اور
سمجھا کہ چلو آپ غریب رہونگا - پر
سانپوں اور اژدہوں سے تو بچ جاؤنگا +
ہم سب واپس چلے تو رستے میں ایسے
ایسے کافور کے بڑے بڑے درخت اُگے
دیکھے جن کی چھاؤں میں سو سو آدمی اُتر
سکتے تھے - یہاں سے سوداگروں نے
درختوں میں چھید کر کر کے کافور سے
ہنڈیاں بھریں + بڑے بڑے اژدہے
گینڈے اور ہاتھی راستے میں ملے - جن
کے غول کے غول گنتی کی شکل کی گھاس
میں بھیڑ بکریوں کی طرح چرتے پھرتے
تھے + یہ گینڈے قد میں اونٹ کے برابر
تھے - جنگلی اَڑنے بھینسے اور نیل گائے
تو جگہ جگہ ملیں جو ہمیں دیکھ دیکھ کر

بھاگ گئیں ۔

اِن سوداگروں نے مجھے بتایا کہ یہاں کے گینڈے ایسے ہوتے ہیں کہ ہاتھیوں سے لڑتے وقت اُنہیں اپنے سینگوں پر اُٹھا لیتے ہیں۔ ہاتھی مر جاتا ہے۔ اور سڑ کر اُس کی چربی اِن کی آنکھ میں ٹپکتی اور اُنہیں اندھا کر دیتی ہے۔ وہ مر جاتے ہیں۔ رُخ گینڈے کو ہاتھی سمیت اُٹھا لے جاتے ہیں اور اپنے بچوں کو چوگا دیتے ہیں۔ باقیوں کو اژدہے سانپ نِگل جاتے ہیں۔ ہاتھی دانت یہاں بہت پڑا مل جاتا ہے جس کو سوداگر اُٹھا لے جاتے اور خوب فائدے کماتے ہیں۔ میں نے سوداگروں کو جو اتنے ہیرے دیئے تو انہوں نے بہت سا اپنا سوداگری کا مال مجھے دیا۔ میں نے بھی اُن کے ساتھ سفر میں خوب بیچ کھوج کر روپیہ کمایا

پھر بڑا امیر ہو گیا - انہی کے ساتھ مُلکوں
کی سَیر کرتا - شہروں کو دیکھتا بھالتا
بصرے میں پہنچا + یہاں کچھ دن رہ
کر اپنے گھر بغداد میں آیا - اور اپنے
کو پہلے سے بھی زیادہ امیر پایا + میرے
رشتے دار مجھ سے مِل کر بہت خوش
ہوئے اور میرا مال اور ہیرے جو میں
لایا تھا دیکھ کر بڑے حیران ہوئے +
میں سفر کی تمام تکلیفیں بھول گیا اور
پھر بڑے آرام اور چین سے رہنے
سہنے - نیز بیوپار کرنے لگا + رُخوں
اور اژدہوں اور میری مصیبتوں کی
کہانی سُن کر سب لوگ بڑے حیران
ہوئے اور خدا کا شکر کرنے لگے +

سند باد جہازی نے سند باد مزدور
کو بڑے مزیدار کھانے کِھلوائے اور
ایک ہزار اشرفی دیکر جانے کی اجازت

دی اور اگلے روز کے لئے تیسرے سفر کی کہانی آکر سُننے کا وعدہ کرا لیا + سند باد مزدُور اپنے گھر آیا - رات سو جاگ کر نکالی اور صبح ہی سند باد جہازی کے گھر جا پہنچا - جس نے تیسرے سفر کا یوں حال سُنایا +

سند باد جہازی کا تیسرا سفر

مَیں دُوسرے سفر کے بعد بڑے آرام اور چین کی زندگی بسر کرنے لگا - اور کئی برس بغداد میں بڑے مزے سے رہا + پھر میرے دل میں سفر پر جانے اور دُور دُور کے ملکوں میں تجارت اور سوداگری کرنے کی لہر اٹھی + مَیں نے بہت سا مال جمع کیا اور سمندر کے سفر

کی تیاری کی ۔ بغداد سے چل کر بصرے
میں آیا ۔ اور ایک بڑے جہاز میں سوداگری
کا مال و اسباب خوشی خوشی چڑھایا ۔ اِس
جہاز میں اور بہت سے سوداگر اور مسافر
تھے ۔ اِن امیر سوداگروں اور بڑے بڑے
لائق آدمیوں کے ساتھ میں بہت فائدہ
اُٹھانے کی پوری اُمید میں خوش خوش
ایک سمندر سے دوسرے سمندر ۔ ایک
جزیرے سے دُوسرے جزیرے ۔ اِس
شہر سے اُس شہر ۔ اِس ملک سے اُس
ملک کو گیا ۔

جہاں جہاں ہم گئے خوب سَیر کرتے
خوشیاں مناتے ۔ خریدتے بیچتے رہے ۔
ایک دن بڑے گہرے سمندر میں جا رہے
تھے ۔ موجوں کی گرج سے دل ہلے پڑتے
تھے ۔ لہریں پہاڑوں کی طرح اُٹھ رہی
تھیں کہ جہاز کے کپتان نے مستول پر

چڑھ کر چاروں طرف دیکھنا اور سر پیٹنا شروع کیا + سب نے آ کر اُسے گھیر لیا اور پُوچھا کیا بات ہے + اُس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنا منہ اور ڈاڑھی نوچ ماری اور چیخ چیخ کر رویا + سب نے سمجھایا کہ عقل کرو۔ کچھ منہ سے کہو۔ ہمیں بھی معلوم ہو کہ آخر ایسا کیا غضب ہو گیا + یہ سُن کر کپتان ذرا ہوش میں آیا اور فوراً بادبانوں کے لپیٹنے اور لنگر ڈالنے کا حکم دیا + جب یہ کر چکا تو لوگوں سے کہا۔ بھائیو۔ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ہم تو سمندر میں راستے سے بھٹک کر کہیں کے کہیں آ گئے ہیں اور بندروں کے خطرناک پہاڑ کے نزدیک آ پہنچے ہیں۔ جہاں سے آج تک کوئی جیتا واپس نہیں گیا + اب ہم میں سے ایک کی بھی خیر مجھے نظر نہیں آتی +

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بندروں کی ڈار نے چاروں طرف سے جہاز کو آ گھیرا۔ اور خوں خوں کا وہ شور ہوا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی + بندر ٹڈی دَل کی طرح سمندر کے کنارے۔ سمندر اور جہاز کے اندر۔ باہر سب جگہ جمع تھے + کوئی مستول پر چڑھ گیا۔ کسی نے بادبان پھاڑ ڈالے۔ کسی نے جلدی جلدی رسّیاں کاٹنی شروع کیں۔ غرض تھوڑی سی دیر میں جہاز کو توڑ پھوڑ کر آگے جانے کے ناقابل کر دیا + ہمیں یہ ڈر کہ اگر بندوق سے مارتے ہیں یا بھگانے کی کوشش کرتے ہیں تو اتنے بندر مل کر ہماری بوٹی بوٹی نوچ ڈالیں گے + نہ صرف ہم ہی کو پھاڑینگے بلکہ سارا سوداگری کا مال اسباب ٹکڑے ٹکڑے کر دینگے +

کہنے کو تو یہ بندر تھے مگر آدمی سے بھی ڈبل - کالے کالے بال - لال لال آنکھیں بنے بنائے بھتنے معلوم ہوتے تھے + بندروں نے مل کر جہاز کو گھسیٹا - اور اپنے پہاڑ کے کنارے لے آئے + پھر سب لوگوں کو کنارے اُتار جہاز اَور سارا سامان لے کہیں کو ایسے بھاگے کہ اُن کا پتا نہ لگا +

ہم سب کنارے پر کھڑے دیکھتے رہ گئے - جہاز بھی نظر سے اوجھل ہو گیا - خدا جانے سب کے سب کہاں بھاگ گئے + بھوک جو لگی تو سب جنگل کی طرف کو پھل اور بناس پتی کھاتے ندیوں کا پانی پیتے چلے + جزیرے کے بیچوں بیچ ایک گھر دیکھا - جس میں کوئی رہتا معلوم ہوتا تھا + ہم اِس مکان کے پاس آئے - مکان کیا تھا اچھا

خاصہ فیل خانہ تھا۔ جس کے اونچے اونچے آبنوس کے دروازے اور موٹی موٹی بلند دیواریں تھیں۔ کسی دیو کا قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ جن کا ہم اپنے ملک میں ذکر سُنتے تھے + مکان کھلا پڑا تھا اور سب طرح کا سامان اس میں موجود تھا + کھانا پکانے کے برتن دیکھے۔ مگر ایسے بڑے بڑے کہ دل ڈر گئے + ایک تیل سے بھرا کڑاہا کھول رہا تھا۔ کچھ لمبی لمبی کباب بھوننے کی سیخیں دھری تھیں۔ ایک طرف ہڈیوں کا ڈھیر تھا + چاروں طرف ڈھونڈا پر کوئی آدمی نظر نہ آیا + ہمیں بڑی حیرت ہوئی کہ یہ مکان ہے تو کس کا ہے + تھوڑی دیر کے لئے ہم مکان کے صحن میں جا بیٹھے اور آرام کرنے لگے + تھکے تو تھے ہی۔ سب کو نیند آ گئی۔ دوپہر سے شام تک پڑے

سو بیا گئے + اتنے میں زمین ہلی - اور ہم
نے اپنے سر کے اوپر بڑا شور سنا -
جیسے کوئی چنگھاڑتا آتا ہے + کیا دیکھتے
ہیں کہ ایک بڑا موٹا کالا دیو لپکا چلا
آتا ہے + اِس دیو کو دیکھ کر ہم سب
ڈر گئے - اور کانپنے لگے - دیو تاڑ کا تاڑ
تھا - اِس کی دو آنکھیں آگ کے انگاروں
کی طرح دھکتی تھیں - دو ہاتھی کے سے
دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے - موٹے موٹے
اونٹ کے سے لٹکتے ہوئے ہونٹ - پہاڑ
سا منہ - ہاتھی کے سے بڑے بڑے کان -
اروی کے پتوں کی طرح دونوں طرف لٹکتے
ہوئے - شیر کے سے ہاتھوں میں لمبے لمبے
ناخن اور پنجے + جب ہم نے اُس عجیب
چیز کو دیکھا تو ہوش بگڑ گئے - اور ڈر
کے مارے مر گئے + اُس نے سیدھا
میری طرف آ کر مجھے پکڑ لیا اور اُلٹا پلٹا

کر دیکھنا شروع کیا + میں اُس کے بڑے
بڑے ہاتھوں میں اُس کے منہ کا ایک
ہی نوالا معلوم ہوتا تھا + اُس نے مجھے
اِس طرح ٹٹولا جیسے کوئی قصائی کسی
بھیڑ بکری کو ٹٹولتا ہے + میں رستے کی
تھکن اور سفر کے مارے دُبلا ہو رہا تھا
اور میرے بدن پر بہت کم گوشت تھا +
اُس نے ناک چڑھا کر مجھے تو نیچے رکھ
دیا پھر اسی طرح ہم میں سے کئی
کو ٹٹولا۔ سب کو دُبلا پایا۔ آخر ہمارے
جہاز کے کپتان کو پکڑ لیا۔ جو ہماری خوش
قسمتی سے بڑا موٹا تازہ۔ لمبا چوڑا۔ ہٹا
کٹا آدمی تھا + وہ پسند آ گیا۔ اُٹھا کر
زمین پر دے ٹپکا اور اپنا بھاری پاؤں
اُس کی گردن پر رکھ کر ایسا دبایا کہ
گردن کڑاک سے ٹوٹ گئی اور وہ اُسی
دم مر گیا + پھر اُس نے کباب کی سیخ

لی اور کپتان کو اُس میں پرویا اور آگ
جلا کر بھُننے کے لئے رکھ دیا + ایک اور
آدمی کو پکڑ کر کھولتے ہوئے تیل کے
کڑاہے میں تلنے کو پھینک دیا + دونوں
کو ہلاتا جھلاتا رہا + جب دونوں اچھی طرح
سے بھُن بھنا گئے تو بڑے مزے سے
بیٹھ گیا اور دونوں کو سامنے رکھ بوٹے
کے بوٹے غڑپ غڑپ کھانے لگا + پھر
ہڈیاں چبائیں - اور کھا پی کر جو کچھ بچا
تھا اُسی ہڈیوں کے ڈھیر پر پھینک دیا +
تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد لیٹ گیا اور
پاؤں پھیلا کر خراٹے مارنے لگا + ہم
اُس کے پاس بیٹھے اُس کے خراٹے سُنتے
اور جی میں ڈرتے رہے + وہ صبح تک
بے ہوش سوتا رہا + صبح اُٹھ کر پھر
کہیں کو چل دیا +
جب کچھ دیر وہ غائب رہا تو ہم نے

بولنا شروع کیا اور اپنی حالت پر خوب
روئے۔ کہ اِس سے تو اچھّا سمندر ہی
میں ڈوب جاتے یا بندروں سے پھاڑے
جاتے + یہ مصیبت تو ہم پر نہ پڑتی کہ
ہماری آنکھوں کے سامنے وہ ہم میں سے
جسے چاہتا ہے پکڑ کر اِس بُری طرح مارتا
اور بھُون کر کھا جاتا ہے + اب ہم تو
سب مارے جائیں گے + چھپنے کی صلاح
کی پر بھاگنے اور چھپنے کی کوئی جگہ نہ
ملی + وہ دیو ہر روز شام کو آتا اَور دو کو
اسی طرح کھا جاتا تھا + آخر میں نے
کہا ۔ یُوں بھی مرنا ہے وُوں بھی مرنا
ہے ۔ آو آج رات جب یہ بے خبر سوتا
ہو اِس کی آنکھیں اِن ہی کباب کی
سیخوں سے پھوڑ ڈالیں ۔ پھر ذرا سی
دیر میں مار لیں گے ۔ اور جنگل سے
لکڑیاں لا ۔ بیڑا بنا کر کہیں اور بھاگ

جائیں گے + زندگی ہے تو بچ جائیں گے
ورنہ مر گئے تو خیر + شاید کوئی آتا جاتا
جہاز ہی مل جائے - یہاں گُھٹنے کی موت
کیوں مریں + یہ سُن کر سب بہت
خوش ہوئے + وہی بات ہوئی چوہوں
نے بلی کی گردن میں گھنٹی لٹکانے کی
صلاح تو کی - پر گھنٹی باندھے تو کون
باندھے - سب یہ کام کرتے ڈرتے تھے
آخر موت نے ہمیں دلیر کیا اور ایک
رات جو وہ ہم میں سے دو کو کھا کر
بے ہوش سویا - میں اور میرے سات
دوست اُٹھے - دو سیخیں خوب انگارے
کی طرح لال کیں - اور اُس دیو کی
دونوں آنکھوں میں ایک ساتھ بھونک
دیں اور سارے زور سے دبائے رکھیں
دیو ایسا چیخا چلایا کہ سارا جنگل کانپ
گیا + مگر اب کیا ہو سکتا تھا - ہم نے

اُسے بالکل اندھا کر دیا + ہم سیخیں چھوڑ کر بھاگے ۔ وہ ہماری آواز کے پیچھے دوڑا مگر گر گر پڑتا ۔ پھر اُٹھتا اور ہمیں پکڑنے کو دونوں ہاتھ آگے کو پھیلائے آتا تھا ۔ ہمارا بیڑا تیار تھا ۔ اُس پر ہم نے خوب کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا تھا + ہم آئے اور اُس پر جلدی سے چڑھ گئے + دیو کنارے پر آ کر چیختا دھاڑتا دانت پیستا کھڑا رہ گیا + شور سُن کر اُسی مکان سے دیونی نکل کر آئی ۔ میاں کی جو یہ حالت دیکھی تو بہت جھنجلائی ۔ دونوں نے مل کر وہ چیخم دھاڑ مچائی کہ ہمارے دل دہل گئے ۔ پرندے تک اپنے گھونسلوں میں دبک گئے + ہم نے جلدی جلدی سمندر میں نکل جانا چاہا ۔ پر اِن دیو دیونی نے بڑے بڑے پتھر ہم پر پھینکنے شروع کیے اور ہم سب

کے سَر پھوڑ ڈالے - میں اور دو اَور
زندہ بچے - اور دوسرے جزیرے میں
پہنچے اور خدا کا شکر کیا +

ہم تینوں اِس نئے جزیرے میں اُترے
ڈر کے مارے ایسے گھبرائے اور تھکے
کہ نیند آنے لگی - رات آ گئی تھی - اِس
لئے کچھ کھا پی کر وہیں جزیرے کے کنارے
اپنے بیڑے کے پاس پڑ رہے + سو رہے
تھے کہ تینوں کو ایسا معلوم ہوا کہ کِسی
نے آ کر رسّے سے خوب اینٹھے دے
کر جکڑ لیا ہے - ہم گھبرا کر جاگے دیکھا
کہ ایک اجگر سانپ نے ہمیں جکڑ لیا
ہے + پھر اُس نے اپنا بڑا سا منہ کھولا
اور ہم میں سے ایک کو کندھوں تک
نِگل گیا اور آہستہ آہستہ سارا اُسے نِگل
گیا - کڑ کڑ کر کے اُس بچارے کی ہڈیوں
پسلیوں کے ٹوٹنے کی آواز ہمارے کان

میں آئی + پھر وہ اژدہا ہم دونوں کو چھوڑ
کر چلا گیا + ہم بڑے حیران ہوئے - اور
اپنے ساتھی کے مرنے پر بہت روئے +
اپنی جان کے بچنے کی ہمیں بالکل امید نہ
رہی + ہم نے کہا - خدا کو کیا جانے کیا
منظور ہے - کہ جو بلا آتی ہے - پہلی سے
بڑھ چڑھ کر - دیو سے بچے تو اژدہے کا
نوالا بنے - ہم تو سمجھے تھے کہ دیو سے
بچ گئے ہیں - اب سانپوں سے بچ کر
کہاں جائیں + بیڑا شاید پار ہو جاتا پر ہمارا
بیڑا بھی بہ کر کہیں چلا گیا تھا - اِس لئے
ہمیں وہیں رہنا پڑا - رات آئی تو ہم
اژدہوں کے ڈر سے ایک درخت پر چڑھ
کر بیٹھ گئے - میرا ساتھی مجھ سے بھاری
تھا وہ ذرا نیچے رہا پر میں پھننگ پر
جا بیٹھا + دونوں سو گئے + اژدہے نے
آکر ہماری بُو پائی تو درخت پر چڑھ آیا -

میرے ساتھی کو نگل لیا۔ میں بیٹھا
دیکھتا رہا۔ اژدہے کے پیٹ میں جا کر
اُس غریب کی ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آواز
مجھے آئی + اژدہا درخت سے اُترا اور
چل دیا + میں ساری رات ڈر کے مارے
درخت پر ٹنگا رہا۔ نیچے اُترنے کی مجھ
میں ہمت نہ تھی + صبح کی روشنی پھیلی
تو میں نے درخت پر سے چاروں طرف
دیکھا۔ کوئی اژدہا نظر نہ آیا + اب سمندر
میں کودنا بھی مشکل تھا۔ جان جو ایسی
پیاری ہے۔ شام ہونے آئی پھر بھی
کوئی جہاز دکھائی نہ دیا + آخر کچھ لکڑیاں
پڑی تھیں۔ وہ لے کر میں نے سر سے
پگڑی اُتاری اور لکڑیاں اپنے سر پاؤں
دائیں اور بائیں ہاتھ اِس طرح سے
باندھیں کہ نوکیں باہر نکلی رہیں۔ پھر
میں زمین ہی پر پڑ گیا۔ اژدہا رات

کو پھر آیا۔ مگر جب مجھے نگلنا چاہا تو لکڑیاں اُس کے حلق میں ایسی جا کر چبھیں کہ وہ گھبرا گیا۔ ساری رات اژدہا آگے پیچھے دائیں بائیں سے مجھ پر منہ پھاڑ پھاڑ کر حملہ کرتا رہا مگر لکڑیوں نے چُبھ چُبھ کر اُس کا سارا حلق چھیل دیا + اژدہا غصّے سے پھنکارتا اور آوازیں نکالتا رہا پر میرے نگلنے کا کوئی موقعہ نہ پایا + صبح ہوئی تو تنگ آ کر مجھے چھوڑ کر چلا گیا + میں بھی بالکل مردے کی طرح اکڑ گیا تھا + سورج نکلا۔ ذرا جان میں جان آئی۔ لکڑیاں کھولیں اور سمندر کے کنارے آ بیٹھا کہ کوئی جہاز دکھائی دے تو اُسے اشاروں سے بلاؤں اور سوار ہو جاؤں + دوپہر ڈھلنے لگی تو دُور ایک جہاز دکھائی دیا + میں

نے درختوں کی ٹہنیاں ہلائی اور زور زور سے آوازیں دینی شروع کیں۔ زندگی تھی کہ کپتان نے دیکھ لیا۔ دُور بین لگائی اور پہچان گیا کہ کوئی آدمی جزیرے پر کھڑا بُلا رہا ہے + وہ جہاز میری طرف لایا + مجھے جہاز پر چڑھایا سب حال پُوچھا۔ میں نے شروُع سے آخر تک سُنایا۔ وہ بہت حیران ہوئے۔ مجھے کھانا کھلایا اور کپڑے پہنائے + میری جان میں جان آئی + خدا کا بہت بہت شکر کیا + ہم بڑے آرام سے سفر کرنے لگے اور مجھے جو کچھ گزرا تھا ایسا معلوم دیا کہ جیسے میں نے کوئی خواب دیکھا تھا + چلتے چلتے ہم جزیرہ سلہٹ میں آئے جہاں صندل کے جنگل کے جنگل بھرے پالئے + یہاں ہم نے لنگر گرائے اور خرید اور فروخت

کے لئے اُترے ۔ جہاز کے کپتان نے
مجھ سے کہا۔ ہمیں تمہاری خوفناک
کہانی اور بے حد تکلیفوں کا حال سُن
کر تم سے اتنی ہمدردی پیدا ہوگئی ہے
کہ ہم تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں ۔
میں بولا آپ کی مہربانی رہے تو کیا
بات ہے ۔ اُس نے کہا۔ کچھ دن
ہوئے ایک آدمی ہمارے ساتھ سفر
کرتا تھا۔ جو سمندر میں ڈوب گیا
ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس کا مال
تمہیں دے دوں کہ تم بھی تجارت
کر کے خوب روپیہ کما لو۔ نفع تم کو
دیا جائے گا اور مال کی اصل قیمت
ہم اُس مرے ہوئے کے رشتے داروں
کو بغداد پہنچ کر دے دینگے۔ کپتان
نے مال منگوایا۔ اور کاغذ لکھوایا کہ ہم
سند باد جہازی کا سامان جو شاید ڈوب

گیا ہے اور جس کی بہت دن سے کوئی
خبر نہیں آئی ہے - اِس اجنبی آدمی
کے سپرد کرتے ہیں - نفع وہ لے گا
اور اصل قیمت مال کے مالک کے رشتے
داروں کو جو بغداد میں ہیں دے دی
جائے گی + جب میں نے یہ سُنا - تو
بہت خوش ہوا اور جہاز کے کپتان سے
پوچھا - کیوں حضرت آپ اُس آدمی کو
جس کا یہ مال ہے جانتے اور پہچانتے
بھی ہیں + اُس نے کہا - نہیں پر اتنا
جانتا ہوں کہ وہ شہر بغداد کا رہنے
والا اور سند باد جہازی نام رکھتا تھا۔
ایک جگہ جہاں ہم نے لنگر ڈالے تھے
وہ ڈوب گیا تھا + یہ سُن کر میں خوشی
سے چلایا اور کہا - جناب سندباد جہازی
میں ہی ہوں - میں اپنے دُوسرے
سفر میں آپ کے ساتھ رخوں کے جزیرے

میں اُترا تھا - آپ چل دیئے - میں
وہیں پڑا سوتا رہ گیا تھا + یہ میرا
ہی مال ہے جو آپ مجھے دے رہے
ہیں - اگر کوئی سوداگر یہاں ہو جو کبھی
ہیروں کے پہاڑ پر گیا ہو تو وہ میری
بات کی سچائی کی گواہی دیگا + پھر
اس نے سارا حال سُنایا + ایک سوداگر
نے اٹھ کر مجھے گلے لگایا اور کہا کہ
دوستو اب میں پہچانا - یہی وہ شخص
ہے جس نے مجھے بہت سے ہیرے
دیئے تھے اور اسی کی مہربانی سے
میں اتنا امیر بن گیا ہوں + تم میری
کہانی کا یقین نہ کرتے تھے - یہی میرے
ساتھ بصرے میں آیا تھا پھر بغداد کو
گیا تھا + یہ مال بے شک اِسی کا
ہے - اِس نے اپنا سب حال مجھے
سُنایا تھا + کپتان نے یہ سُن کر میری

طرف غور سے دیکھا اور پوچھا ۔ تمہارے
مال پر کوئی نشان ہے ۔ میں نے کہا
میرے تمام مال پر مچھلی کا نشان
بنا ہوا ہے ۔ پھر میں نے کپتان کو
کئی باتیں یاد دلائیں جو اُس کے اور
میرے درمیان ہوئی تھیں ۔ جب کہ
میں بصرے سے اُس کے ساتھ جہاز
میں سوار ہوا تھا + اُسے یقین آ گیا
کہ سند باد جہازی میں ہی ہوں + اُس
نے مجھے گلے لگایا ۔ اور بہت خوش
ہوا ۔ میرا مال مجھے دے دیا + میں نے
اپنا مال بیچا اور خوب فائدہ اٹھایا +
ہم بیچتے خریدتے ایک جزیرے سے
دُوسرے جزیرے میں پہنچے اور مُلک
سندھ میں آئے جہاں خوب بکری
ہوئی ؟

پھر ہند میں ہم نے بہت سی

عجیب و غریب چیزیں دیکھیں - ایک مچھلی
دیکھی جس کی گائے کی سی شکل تھی۔
ایک جانور گدھے کی طرح کا دیکھا + ایک
پرندہ ملا جو سمندری گھونگوں میں سے
نکلتا اور اپنے انڈے پانی میں سہتا اور
بچّے نکالتا ہے اور پانی سے کبھی خشکی
پر نہیں آتا + پھر ہم یہاں سے چلے
اور بصرے میں کچھ دن رہ کر بغداد
میں آئے + مَیں اپنے گھر آیا - میرے
رشتے داروں نے مجھے آ گھیرا اور مل
کر بہت خوش ہوئے - میں نے سارا
حال اُنہیں سُنایا - اُن کے رونگٹے کھڑے
ہو گئے + میں نے بڑی خیرات دی کہ
جان بچی - میرے دوستوں نے مجھ
سے وعدہ لیا کہ پھر کبھی سفر پر نہ
جاؤں گا + میں نے خوشی خوشی وعدہ
کیا - کیونکہ دیو - اژدہے اور بندر اور

سمندر کی بے حد مصیبتوں سے میں بھی تنگ آ گیا تھا ۔

دوست سند باد تمہاری حالت تم ہی بتاؤ اچھی ہے یا اُس کالے دیو کے ساتھ رہنا ۔ تم مزے میں ہو یا رخوں کے ملک میں رہنے اور اُن کے بچّوں کا چوگا بننے والے ۔ دیکھو جس کو زیادہ ملتا ہے اُس پر زیادہ مصیبت ہے ۔ تم مزے سے پاؤں پھیلا کر سوتے ہو ہم چوروں کے ڈر کے مارے راتوں جاگتے ہیں ۔

تم نے میرا حال سُنا ہے اب بتاؤ کہ تم اچھے کہ ہم ۔ مزدور نے کہا ۔ میں اچھا ہُوں ۔ کسی طرح کا فکر مجھے نہیں ۔

سند باد جہازی نے کہا ۔ خدا کا ہمیشہ شکر کرو اور ہر حال میں خوش

رہو ۔ سند باد جہازی نے کھانا مزدور
کو کھلایا اور ہزار اشرفی دیکر خوشی
خوشی اُسے رُخصت کیا ۔ سند باد مزدور
اِس کے بعد کبھی اپنی حالت سے ناخوش
نہ ہوُا ۔